غیر مسلموں سے تعلقات اور اسلامی تعلیمات

غیر مسلم رشتہ دار اور پڑوسی

سید جلال الدین عمری

آج دنیا بھر میں مسلمان، غیر مسلموں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پاکستان میں ان کی ایک بڑی تعداد ہے۔ ہندوستان، مغرب اور چین جیسے مقامات پر مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادیاں موجود ہیں۔ ان ممالک میں غیر مسلم بھی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ ایک تاثر موجود ہے، پیدا کیا گیا ہے، اور خود مسلمان بھی اسے تقویت دے رہے ہیں، کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ اجتناب، سوشل بائیکاٹ، شدت و غلظت اور شاید نفرت اور بدسلوکی کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر اسلامی تعلیمات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ ہم اس موضوع پر 'ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی' علی گڑھ (بھارت) کے سیکرٹری، مولانا سید جلال الدین عمری کا ایک بصیرت افروز مقالہ' (معمولی حذف و ترمیم کر کے) ان کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ بے شمار مسلمانوں کے لیے یہ تحریر چشم کشا ثابت ہوگی۔ (مدیر)

اسلام کی تصویر جن مختلف پہلوؤں سے بگاڑنے بلکہ مسخ کرنے کی مسلسل کوشش ہوتی رہتی ہے، ان میں ایک غیر مسلموں سے تعلقات ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام مسلمانوں میں علیحدگی کے جذبات ابھارتا ہے، وہ انھیں دوسروں سے کاٹتا اور الگ تھلگ کرتا ہے، وہ اپنوں اور غیروں کے درمیان اتنا زبردست فرق پیدا کرتا ہے کہ غیروں کے ساتھ عام انسانی تعلقات کا بھی روادار نہیں ہوتا۔ وہ اخلاق کا درس ضرور دیتا ہے لیکن ان کا تعلق اپنے ماننے والوں سے ہے، دوسروں سے نہیں ہے۔ جو لوگ اسلام کے دائرے میں آجائیں، انھیں وہ باہم اخلاقی رویہ اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے، لیکن اس دائرہ سے باہر اس کی تعلیمات کا رخ بدل جاتا ہے، اور وہ ایک دوسری ہی شکل میں ہماری سامنے آتا

ہے۔ یہ شکل بڑی بھیانک ہے۔ اس میں محبت کی جگہ نفرت و عداوت اور نرمی کی جگہ سختی اور درشتی نمایاں ہوتی ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کی اپنے مخالفین سے مخاصمت شروع ہو جاتی ہے اور وہ ان سے برسرپیکار نظر آتے ہیں۔

اسلام کی اس خود ساختہ تصویر کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ جن ذہنوں کی پیداوار ہے وہ یا تو ناواقفیت کا شکار ہیں یا دوسروں کو فریب اور دھوکا دینا چاہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام، مسلمانوں کو باہم اعلیٰ اخلاقی رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے، انھیں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے، ان کے اخلاقی اور قانونی حقوق مقرر کرتا ہے، ان کے درمیان تعاون و تناصر کا جذبہ بیدار کرتا ہے، اور انھیں ایک نظام حیات دے کر ایک امت بناتا ہے۔ اس امت کو اس نے ایک اعلیٰ نصب العین دیا ہے، وہ یہ کہ دنیا میں خدائے واحد کے دین کی علم بردار بن کر اٹھے، انسانوں کو ان کی دنیا اور آخرت کی فلاح کا پیغام دے، دنیا میں خیر کو عام کرے، بھلائیوں کو پھیلائے اور برائیوں کو مٹائے۔

اس دین کے بارے میں یہ تصور کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ وہ انسانوں کے دلوں میں کدورت اور نفرت پیدا کرتا ہے، انھیں ایک دوسرے کا حریف اور دشمن بناتا ہے اور ان کے تعلقات میں بگاڑ اور فساد کا ذریعہ بنتا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

قرآن مجید میں والدین، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور غلاموں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کا عام حکم دیا گیا ہے، اور ان کے ساتھ غیر اخلاقی سلوک کی مذمت کی گئی ہے۔ لہٰذا حسن سلوک ہر ایک کے ساتھ مطلوب ہے، اس میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جس کسی کے ساتھ بھی غیر اخلاقی رویہ اختیار کیا جائے وہ غیر اسلامی رویہ ہو گا۔

غیر مسلم والدین سے تعلقات

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم قرآن مجید نے ایک جگہ ان الفاظ میں دیا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (۱۴) وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔

ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری

اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ اس لیے ہم نے اسے وصیت کی کہ تم میرا بھی شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی بات نہ مان' اور ان کے ساتھ معروف کے مطابق اپنا برتاؤ رکھ۔ (لقمان ۳۱: ۱۴-۱۵)

ان آیات میں صاف طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ والدین کے ساتھ' چاہے وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں' حسن سلوک کیا جائے گا۔ ان کے شرک وکفر کی وجہ سے' ان کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی روا نہ ہوگی۔ علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جَاهَدٰكَ، کے الفاظ سے واضح کر دیا ہے کہ حسن سلوک کا یہ حکم مسلم والدین اور غیر مسلم والدین دونوں ہی کے لیے ہے۔ پھر یہ فرما کر صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا' اس حکم کو موکد اور مستحکم کر دیا ہے۔

اس کے قانونی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ باپ اگر اولاد کو قتل کر دے تو اس سے (شریعت کے عام ضابطہ کے مطابق) قصاص نہیں لیا جائے گا' وہ اس پر تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں جاری ہوگی' اولاد کے قرض کی عدم ادائیگی پر اسے قید نہیں کیا جائے گا' اور یہ کہ والدین محتاج ہوں تو ان کا نان و نفقہ اولاد پر واجب ہو گا' اس لیے کہ یہ ساری چیزیں معروف کے ساتھ برتاؤ میں آتی ہیں اور اس کے خلاف اقدام اس کے منافی ہو گا۔ (احکام القرآن، ج ۳' ص ۴۳۳)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ آدمی کے والدین کا' چاہے مسلمان ہوں یا کافر' نان و نفقہ اس پر واجب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر والدین کے ساتھ بھی برتاؤ میں معروف کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ اس کا تقاضا ان الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ لیس من المعروف ان یعیش في نعم اللہ تعالیٰ ویترکھما جوعا، یعنی یہ کوئی نیکی اور معروف نہیں ہے کہ آدمی خود تو اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا رہے اور والدین کو بھوکا مرنے کے لیے چھوڑ دے۔ (ایضاً ج ۲' ص ۴۲۶-۴۲۵)

اسلام مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک کا روادار ہے یا نہیں اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ حضرت اسما بنت ابوبکرؓ کہتی ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے دوران) میری ماں جو مشرک تھیں' مجھ سے ملنے آئیں۔ (ان کا نام قتیلة تھا جنھیں حضرت ابوبکرؓ نے جاہلیت کے زمانہ میں طلاق دے دی تھی' فتح الباری، ۵/ ۲۳۳) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ انھیں مجھ سے کچھ توقع ہے' کیا میں ان کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: "اپنی ماں کے

ساتھ صلہ رحمی کرو۔" (بخاری، کتاب الہبہ۔ مسلم، کتاب الزکوۃ) ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بطور تحفہ پنیر اور مکھن لائی تھیں۔ حضرت اسماء ؓ نے انھیں اپنے گھر میں آنے کی اجازت دینے اور ان کا تحفہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور رسول ؐ سے دریافت کرایا۔ آپ ؐ نے ان سے کہا کہ وہ ان کا تحفہ قبول کر لیں، اور اپنے گھر بھی آنے دیں۔ (نیل الاوطار، ۶/۶-۱۰۷، بحوالہ مسند احمد)

امام نووی فرماتے ہیں: اس حدیث سے مشرک رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کا ثبوت ملتا ہے۔ (نووی، شرح مسلم، ج ۳، ص ۸۹)

کافر والدین کا انتقال ہو جائے، تو مسلمان اولاد ضرورت پر ان کے کفن دفن کا نظم کرے گی۔

رسول اکرم ؐ کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے، تو آپ ؐ نے ان کی عیادت فرمائی۔ جب انتقال ہوا، تو حضرت علی ؓ نے آپ کو اس کی اطلاع دی۔ (ابو طالب کی وفات کی خبر سن کر آپ ؐ رو پڑے، ابن سعد) اور دریافت کیا کہ انھیں کون دفن کرے گا؟ آپ ؐ نے فرمایا جاؤ، اپنے باپ کو دفن کرو۔ حضرت علی ؓ نے عرض کیا، وہ تو مشرک تھے اور ہدایت سے محروم تھے۔ آپ ؐ نے فرمایا، جاؤ اور اپنے باپ کو دفن کرو، پھر اور کوئی کام کیے بغیر سیدھے میرے پاس آؤ۔ حضرت علی ؓ کہتے ہیں: "میں گیا، انھیں دفن کیا (بعض روایات میں غسل اور کفن کا ذکر بھی ہے، ملاحظہ ہو زیلعی، نصب الرایہ، ج ۲، ص ۲۸۱-۲۸۲) اور آپ ؐ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ ؐ نے مجھے غسل کا حکم دیا اور دعا دی، ایسی دعا کہ اس کے عوض مجھے سرخ و سیاہ اونٹ (دنیا جہاں کی دولت) بھی پسند نہیں۔" (ابو داود، کتاب الجنائز۔ نسائی، کتاب الطہارۃ) مشہور تابعی مکحول کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے جنازہ میں شرکت کی تھی۔ کنارے کنارے چلے، ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ فرمایا، رشتہ نے آپ کو مجھ سے جوڑ دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ان کی قبر پر آپ کھڑے نہیں ہوئے۔ (عبدالرزاق، المصنف، ج ۶، ص ۳۸)

ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ ہمارے علما (احناف) نے کہا ہے کہ کسی مسلمان کے کافر ماں باپ کا انتقال ہو جائے تو وہ انھیں غسل دے گا، جنازہ کا ساتھ دے گا اور دفن کرے گا۔ اس لیے کہ ان کے ساتھ معروف کے مطابق حسن سلوک کا جو حکم دیا گیا ہے، یہ اس میں شامل ہے۔ (احکام القرآن، ج ۲، ص ۳۶۲)

کافر ماں باپ کے انتقال کے بعد اگر ان کی یاد آجائے تو آدمی ان کی قبر پر بھی جا سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ؐ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمائی، تو آپ ؐ

کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے' اور جو صحابہ کرام ساتھ تھے وہ بھی رو پڑے۔ آپ ؐ نے فرمایا' میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت مانگی' لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں ملی۔ میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی' تو دے دی گئی۔ تم لوگ قبروں کی زیارت کرو' اس سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ (مسلم، کتاب الجنائز۔ ابو داود، کتاب الجنائز)

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی ؒ فرماتے ہیں: اس حدیث سے مشرکین کی' ان کی زندگی میں زیارت اور ملاقات اور مرنے کے بعد ان کی قبور کی زیارت کا جواز نکلتا ہے۔ اس لیے کہ جب ان کی زیارت ان کی وفات کے بعد جائز ہے تو زندگی میں بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہیے۔ (شرح مسلم، ج ۳' جز ۷' ص ۴۵)

غیر مسلم رشتہ داروں سے تعلقات

قرآن مجید نے دیگر رشتہ داروں کے حقوق بھی بیان کیے ہیں' اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید کی ہے۔ احادیث میں بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔ ان میں مسلم اور غیر مسلم رشتہ دار دونوں ہی آتے ہیں۔ بعض قانونی احکام میں ان کے درمیان فرق ہے۔ لیکن حسن سلوک اور تعاون اور ہمدردی کے غیر مسلم رشتہ دار بھی مستحق قرار دیے گئے ہیں۔ یہاں پہلے ایک قانونی فرق کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

قرآن مجید نے وراثت کے سلسلے میں یہ قانون بیان کیا ہے کہ آدمی کے خونی رشتہ دار ہی اس کے وارث ہو سکتے ہیں' غیر رشتہ دار وارث نہیں ہو سکتے۔ اسلامی قانون وراثت میں دین کا بھی اعتبار کیا گیا ہے۔ اس کی رو سے مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ ایک مسلمان کی وراثت کا حق اس کے مسلمان قرابت داروں ہی کو ہے' غیر مسلم قرابت دار اس کے وارث نہیں ہوں گے۔ اسی طرح غیر مسلم کی وراثت کا حق اس کے غیر مسلم رشتہ داروں ہی کو حاصل ہو گا' مسلمان رشتہ دار اس سے محروم رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح حدیث ہے: "نہ مسلمان کافر کا' اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہو گا۔ (بخاری، کتاب الفرائض)

ورثا سے ہٹ کر جو رشتہ دار وارث نہیں ہیں' آدمی ان کی مدد اور تعاون کر سکتا ہے اور اسے کرنا چاہیے۔ وقت ضرورت ان کے حق میں وصیت بھی کی جا سکتی ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا۔

اور اللہ کی کتاب میں رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں۔ اہل ایمان اور مہاجرین میں سے۔ مگر یہ کہ تم اپنے رفیقوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنی چاہو تو کر سکتے ہو۔ (الاحزاب ۳۳: ۶)

سوال یہ ہے کہ کیا، غیر وارث، مسلم قرابت داروں کی طرح، غیر مسلم رشتہ داروں کی بھی مدد کی جا سکتی ہے، اور ان کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے؟ فقہاء سلف نے اس کا جواب اثبات میں دیا ہے۔ اسے وہ جائز سمجھتے ہیں۔ اس کی بنیاد سورۂ احزاب کی یہی آیت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت صفیہؓ نے اپنے ایک یہودی عزیز کے لیے وصیت کی تھی۔ (دارمی، کتاب الوصایا، ج ۲، ص ۸۱۷) حضرت عکرمہؒ کی ایک روایت میں ہمیں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت صفیہؓ نے اپنا ایک مکان حضرت معاویہؓ کو ایک لاکھ میں فروخت کیا۔ انھوں نے ایک عزیز سے، جو یہودی تھا، کہا کہ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو میرے وارث ہو جاؤ گے، لیکن اس نے ان کی بات نہیں مانی۔ پھر انھوں نے اس کے نام وصیت کر دی۔ بعض لوگوں کے بیان کے مطابق وصیت تیس ہزار کی تھی۔ (عبدالرزاق، ج، ص ۳۳)

امام شعبیؒ کہتے ہیں: "مسلمان نصرانی کو وصیت کر سکتا ہے۔" (ایضاً، ص ۳۳) ابن جریج کہتے ہیں: "میں نے حضرت عطا بن رباحؒ سے سورۂ احزاب کی آیت کے اس فقرہ، الا ان تفعلوا الی اولیاء کم معروفا (مگر یہ کہ تم اپنے اولیاء کے ساتھ بھلائی کرو)، کے بارے میں دریافت کیا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا، عطا اور بخشش مراد ہے۔ میں نے کہا کہ کیا وہ بخشش جو ایک مومن اپنے کافر قرابت داروں کو کرتا ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ زندگی میں وہ جو اسے دیتا ہے، اور اپنے بعد اس کے لیے جو وصیت کرتا ہے۔" (ایضاً، ص ۳۴)

حضرت قتادہؒ سے اس فقرہ کی تشریح ان الفاظ میں نقل ہوئی ہے: "ہاں، اس کی اجازت ہے کہ تمھارا کوئی قرابت دار جس کا دین تمھارا دین نہ ہو، تم اس کے لیے وصیت کرو۔ وہ رشتہ کے لحاظ سے تمھارا اولی ہے، دین کے لحاظ سے ولی نہیں ہے۔" حضرت حسن بصریؒ نے بھی اس کی یہی تشریح کی ہے۔ (ایضاً، ص ۳۴) محمد بن حنفیہؒ کہتے ہیں: "یہ آیت اس سلسلہ میں نازل ہوئی ہے کہ مسلمان یہودی اور نصرانی کو وصیت کر سکتا ہے۔" (قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۲۶/۱۴)

اسلام چاہتا ہے کہ غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ سماجی تعلقات رکھے جائیں اور ان کے ساتھ محبت، ہمدردی اور تعاون کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اس کا ایک ذریعہ، تحفے تحائف دینا ہے۔ اس کا ثبوت ہمیں حضرت عمرؓ کے ایک واقعہ سے ملتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے حضرت عمرؓ کو ایک ریشمی جوڑا بطور تحفہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ریشم کے استعمال سے تو آپؐ نے (مردوں) کو منع فرمایا ہے، پھر یہ مجھے کس لیے عطا ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، یہ اس لیے نہیں ہے کہ تم اسے پہنو بلکہ اس لیے

ہے کہ کسی اور کام میں لاؤ، کوئی دوسرا فائدہ اٹھاؤ۔ حضرت عمرؓ نے یہ جوڑا اپنے ایک (اخیافی) بھائی کو، جو مشرک تھے، تحفہ میں بھیج دیا۔ (بخاری، کتاب الہبہ۔ مسلم، کتاب اللباس)

اس حدیث کے ذیل میں امام نوویؒ فرماتے ہیں: "اس سب میں دلیل ہے اس بات کی، کہ کافر قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور ان کے ساتھ حسن سلوک جائز ہے۔ اس میں کفار کو ہدیہ اور تحفہ بھیجنے کا جواز بھی موجود ہے۔" (شرح مسلم، ج ۵، ص ۳۹)

فقہا نے لکھا ہے کہ کوئی غیر مسلم بیمار ہو جائے تو اس کے مسلمان رشتہ دار کو اس کی عیادت اور خدمت کرنی چاہیے، اس کے جنازہ میں شرکت میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عطا ابن رباحؒ کہتے ہیں: "اگر مسلمان اور کافر کے درمیان قریبی رشتہ داری ہے تو مسلمان کو کافر کی عیادت کرنی چاہیے۔" (عبدالرزاق، ج ۶، ص ۳۵) اسی طرح فرماتے ہیں: "اگر قریبی رشتہ داری ہے، تو مسلمان اور کافر کے درمیان، تو مسلمان کو کافر کے جنازہ میں شریک ہونا چاہیے۔" (ایضاً، ص ۳۶)

فقہ حنفی کی معروف و مستند کتاب ہدایہ میں ہے: جب کسی کافر کا انتقال ہو جائے اور اس کا ولی و سرپرست مسلمان ہو تو وہ اسے غسل دے گا اور تجہیز و تکفین کرے گا۔ (ج ۱، ص ۱۶۱)

غیر مسلم پڑوسیوں سے تعلقات

انسان کا عموماً سب سے قریبی تعلق اس کے پڑوس سے ہوتا ہے۔ یہ تعلق جتنا مضبوط ہو وہ اتنا ہی سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اگر کسی کو یہ یقین ہو کہ پڑوسی اس کے لیے خطرہ نہیں ہے، اس سے اسے کوئی نقصان اور گزند نہیں پہنچے گا بلکہ اس کی جان مال اور عزت و آبرو محفوظ رہے گی، اور وہ اس کے دکھ درد اور آسایش و راحت میں شریک ہوگا، تو وہ یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ کاروبار حیات میں اپنی ذمہ داری ادا کر سکتا ہے۔ ورنہ وہ سخت دشواریوں سے گزرے گا۔ اسلام نے انسان کو بہترین پڑوسی بننے کی تعلیم دی ہے۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے: "جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے اپنے پڑوسی کو اذیت نہیں پہنچانی چاہیے۔" (ابو داؤد، کتاب الادب)

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ جب سالن پکاؤ تو پانی بڑھا دو، اور اپنے پڑوسیوں میں سے جس کے گھر ضرورت ہو، اس میں سے کچھ اسے بھیج دو۔ (مسلم، کتاب البر)

پڑوسیوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم عام ہے، مسلمان پڑوسی کی طرح غیر مسلم پڑوسی بھی اس کے مستحق ہیں۔ صحابہ کرام نے اس تعلیم سے یہی سمجھا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہاں بکری ذبح ہوئی۔ آپ نے گھر والوں سے دو بار

دریافت کیا کہ ہمارے فلاں یہودی پڑوسی کو اس میں سے کچھ بھیجا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جبرئیل مجھے پڑوس کے سلسلہ میں اس قدر تاکید کرتے تھے کہ مجھے خیال ہوتا تھا کہ وہ اسے وارث نہ بنا دیں؟ (ابو داؤد، کتاب الادب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس ایک غیر مسلم پڑوسی کی عیادت کی ہے۔ حضرت انس ؓ کی روایت ہے: آپ ؐ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ (اس دوران) اس سے کہا، اے ماموں، آپ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیجیے۔ اس نے کہا، کہ میں ماموں ہوں یا چچا؟ آپ ؐ نے فرمایا، نہیں ماموں ہیں۔ (اس لیے کہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ کا تعلق مدینہ سے تھا)۔ اس نے کہا کہ کیا لا الہ الا اللہ کا کہنا میرے حق میں بہتر ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا، ہاں۔" (مسند احمد، ج ۳، ص ۱۵۲)

حضرت انس ؓ ہی کی روایت ہے: "ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ ؐ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے بیٹھے۔ اس سے کہا کہ تم اسلام لے آؤ۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کی قریب ہی بیٹھا تھا۔ اس نے کہا ابو القاسم کی بات مان لو، چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔ نبی وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اللہ کا شکر ہے، اس نے اس بچہ کو جہنم سے بچالیا۔" (بخاری، کتاب الجنائز)

ان روایات سے مشرکین اور یہود کی عیادت کا ثبوت ملتا ہے۔ اسلام کا پیش کرنا تو خیر خواہی کا تقاضا ہے۔ آدمی جسے حق سمجھے، اسے وہ ہر حال میں پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔ فقہا نے رسول اکرم ؐ کے اس اسوہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ غیر مسلموں کی عیادت اور تعزیت جائز ہے۔ اس میں ازروئے شرع کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے: "یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے، اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا ہے۔ (ج ۴، ص ۴۷۲) درمختار میں ہے کہ، اس بات پر اجماع ہے کہ ذمی کی عیادت جائز ہے مجوسی کی عیادت کو بھی صحیح قول کے مطابق جائز قرار دیا گیا ہے۔ (ج ۵، ص ۳۴۱)

اسی طرح تعزیت سے بھی منع نہیں کیا گیا ہے، بلکہ کہا گیا ہے کہ کسی یہودی یا مجوسی کے بچہ کا انتقال ہو جائے، تو اس کے مسلمان پڑوسی کو اس کی تعزیت کرنی چاہیے، اور کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بہتر جانشین عطا فرمائے، اور آپ کے حالات کو بہتر بنائے۔ (ایضاً)

یہ ہے اس رویہ کی ایک جھلک جسے غیر مسلموں کے سلسلہ میں اپنانے کی قرآن و حدیث نے تعلیم دی ہے اور جس کی قانونی اور اخلاقی حیثیت سے ہمارے علما و فقہا نے بحث کی ہے۔

(جاری)